آج کا مذہب

شاعر انقلاب حضرت خاورؔ نوری

آج پھر انسان ہے لا مذہبیت کا شکار
اپنے ظلم اپنی ہوس اپنی جہالت کا شکار

اختیار نیک و بد اُس پر یہ بے جا اعتراض
لب پہ ہے جبر مشیت کا نرالا اعتراض

کیوں ادائے فرض کا ٹوٹا ہوا ہے سلسلا
مسجدوں کی چار دیواری میں دم گھٹتے ہیں کیا

شرع کے آئین کا اب رہ گیا یہ احترام
آج روزوں کو دیا جاتا ہے فاقوں کا مقام

کن گناہوں کے اندھیرے میں ہے نور زندگی
آج کیوں ماتھوں پہ سجدوں کی نہیں تابندگی

ہم زمانے کی بدلتی رو میں آخر بہہ گئے
مجلس و ماتم کی حد تک ہی حسینی رہ گئے

روح نکلی ناتواں پیکر سے رشتہ توڑکر
حق سدھارا ملت مرحوم سے منھ موڑکر

کار دنیا میں تو خوش ہیں قوم کے خرد و کلاں
مذہبی سرگرمیوں پر اٹھ رہی ہیں انگلیاں

اب نہ کوئی سرنگوں ہے اور نہ کوئی سرفراز
سخت مشکل ہوگیا ہے نیک و بد میں امتیاز

جبکہ آپس ہی میں حرب وضرب کا طوفاں چڑھے
قوم میں کیسے جہاد نفس کی قوت بڑھے

باغ ملت میں بہت کانٹے ابھی گل پوش ہیں
دیکھتے ہیں ذمہ دار افراد اور خاموش ہیں

فکر مذہب کیجئے کیا ذکر مذہب شاق ہے
جانمازیں فرش ہیں قرآں زیب طاق ہے

چلنے والے تیز بھاگے رکنے والے چل پڑے
لوعمل کا نام سن کر ابروؤں میں بل پڑے

حلم ہے لیکن بہت ہی نامناسب حلم ہے
علم کے ماحول میں کتنا غرور علم ہے

عام ہوتا جا رہا ہے خود پرستی کا مرض
کتنے نا اہلوں کو ہے منبر نشینی کا مرض

کرتے ہیں دولت کو اہل علم بھی فرشی سلام
بھول کر شبیرؑ کا فضہ کو تاریخی سلام

کیجئے خاورؔ عمل بہتر سے بہتر کیجئے
روح مذہب کو کسی عنواں قوی تر کیجئے

عظمت سورۂ قرآں ہمیں معلوم نہیں
صرف طغروں ہی سے کمروں کو سجا رکھا ہے
نجم آفندی